باب الفتاویٰ

تکبیرات عید

۱۔ ایک امام و خطیب نے خطبہ عید میں بڑے زور دار الفاظ میں بیان کیا کہ عید کی تکبیرات میں رفع الیدین کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے ثابت نہیں یہ بدعت ہے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ دوران نماز اگر چھینک آ جائے تو کیا با آواز بلند الحمد للہ کہنا درست ہے۔

الجواب بعون الوہاب و ھو الموفق للسداد و الرشاد۔ الحمد لله و كفى و الصلاة و السلام على عباده الذى اصطفى

۱۔ عید کی تکبیرات میں رفع الیدین کو بدعت کہنا ایک بہت بڑی ناروا جسارت ہے۔ کیونکہ اس کے لئے احادیث کے عموم اور اطلاق سے ائمہ کبار نے استدلال کیا ہے اور جمہور اصولوں کا مسلمہ قاعدہ "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب" (الوجیز ص ۳۲۴) اور امام بخاری عام طور پر عموم الفاظ ہی سے استدلال کرتے ہیں اور ہمارا اپنا رویہ بھی یہی ہے۔

۱۔ "ما اتاکم الرسول فخذوہ ما نہاکم عنہ فانتھوا" کے الفاظ کے عوام سے یہ استدلال کیا جاتا کہ پیغمبر کا فرمان اور فعل صورت میں حجت ہے۔ حالانکہ اس آیت مبارکہ کا موردو صرف تقسیم غنائم کا مسئلہ ہے۔

۲۔ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری مولانا عبیداللہ مبارکپوری اور علامہ البانی نے عموم حدیث سے استدلال پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ امام عبدالرحمان مبارکپوری نے عید میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کے لئے اس عموم سے استدلال کیا ہے ان سے سوال ہوا تکبیرات عیدین میں ہاتھوں کو باندھے رہنا چاہیے یا چھوڑ دینا چاہیے۔ جواب میں فرماتے ہیں اس بارے میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری۔ مگر صحیح حدیثوں سے عیدین کے سوا

باقی تمام نمازوں میں بعد تکبیر تحریمہ کے ہاتھوں کو باندھنا ثابت ہے۔ پس ظاہر یہی ہے کہ نماز عیدین میں بھی بعد تکبیر تحریمہ کے ہاتھوں کو باندھ لینا چاہیے۔ (القول السدید ص ۶۲) تو کیا اگر امام شافعی اور احمد جیسے ائمہ کبار عموم سے استدلال کریں تو وہ قابل رد ٹھہرے گا اور اگر امام بخاری اور مبارکپوری استدلال کرلیں تو وہ درست ہو گا۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ ج ۳ میں باب باندھا ہے۔ باب رفع الیدین فی تکبیر العید اور اس کے تحت بقیہ کی روایت نقل کی ہے۔ جس پر الجوہر النقی کے مصنف نے اعتراض کیا ہے جسے مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے نقل کیا ہے کہ بقیہ مدلس راوی ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے اور وہ الفاظ جن سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں متفرد ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔

سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۸ پر یہ روایت بقیہ کی سند میں حدثنا الزبیدی کی صراحت مجود ہے۔ علامہ البانی ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۱۲ پر لکھتے ہیں "قلت و بقیة مدلس و قد عنعنه و به اعله ابن الترکمانی فی الجوهر النقی لکن قد صرح بالتحدیث عند ابی دائود و الدار قطنی فزالت شبهة تدیسه" میں کہتا ہوں بقیہ مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کرتا ہے۔ ابن الترکمانی نے الجوہر النقی میں اس روایت میں یہی علت بیان کی ہے۔ لیکن ابوداؤد اور دار قطنی میں حدثنا کے الفاظ موجود ہیں۔ لہٰذا تدلیس کا شبہ ختم ہو گیا۔

مولانا مبارکپوری تکبیرات کے سلسلہ میں بقیہ پر جرح کا جواب دیتے ہوئے امام نسائی کا قول نقل کرتے ہیں۔ "اذا قال حدثنا و اخبرنا فهو ثقة" جب بقیہ حدثنا یا اخبرنا سے روایت کرے تو وہ ثقہ ہے۔ پھر امام .... کا قول نقل کرتے ہیں "قال غیر واحد من الائمه بقیة ثقة اذا روی عن الثقات" کئی ائمہ کا قول ہے کہ جب بقیہ ثقہ راویوں سے روایت کرے تو اس صورت میں وہ ثقہ ہو گا اور دار قطنی کی روایت میں اس کا استاد محمد بن الولید الزبیدی ہے جو صحیحین کا راوی ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ وہ متفرد ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دار قطنی میں یہ روایت "ابن اخی

الزهری عن عمه اخبرنی سالم ان عبدالله قال" کی سند سے موجود ہے۔ (ج ۱ ص ۲۸۹) علامہ البانی نے مسند احمد سے ابن اخی الزھری کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور آخر میں لکھتے ہیں وھذا سند صحیح علی شرط الشیخین۔ یہ سند صحیح ہے۔ شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر ہے۔ (ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۱۳)

مولانا ڈیانوی التعلیق المغنی ج ۱ ص ۲۸۸ پر اس صفحہ کی پہلی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اسانید حدیث ابن عمر اتی بعد ذالک کلها صحیحة ابن عمر کی حدیث کی اس کے بعد میں آنے والی تمام اسانید صحیح ہیں۔ جس حدیث کے تحت یہ تبصرہ کیا ہے اس کا نمبر ۲ ہے اور بقیہ کی حدیث کا نمبر ۳ اور ابن اخی الزھری کا نمبر ۹ ہے۔ جس کا معنی یہ ہوا کہ ان کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

عبداللہ بن عمر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ "کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام الی الصلاة رفع یدیه حتی تکونا حذو منکبیه ثم یکبر وهما کذالک فیرکع ثم اذا اراد ان یرفع صلبه رفعهما حتی تکونا حذو منکبیه ثم قال سمع الله لمن حمده ولا یرفع یدیه فی السجود و یرفعهما فی کل تکبیرة یکبرها قبل الرکوع حتی تنقضی صلاته" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کندھوں تک دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ پھر رکوع کرتے وقت اسی طرح اٹھاتے پھر جب رکوع سے پشت اٹھانا چاہتے تو دنوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر کرتے۔ اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے سجدہ میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ رکوع سے پہلے ہر تکبیر کے ساتھ دنوں ہاتھ اٹھاتے۔ اس طرح نماز ختم ہو جاتی۔

امام بیہقی اور ابن المنذر نے حدیث کے آخری الفاظ یرفعھما فی کل تکبیرہ یکبرھا قبل الرکوع کے عموم سے تکبیرات عیدین کے لئے ہاتھ اٹھانے پر استدلال کیا ہے۔ امام شافعی اور احمد بھی اس عموم کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ امام شافعی (الام) ج ۱ ص ۲۳۷ پر لکھتے ہیں "کان حین یذکر الله عزوجل رافعا یدیه قائما او رافعا الی قیام

من غير سجود فلم يجز الاان يقال يرفع المكبر في العيدين يديه عن كل تكبيرة كان قائما فيها تكبيرة الافتتاح و السبع بعدها والخمس في الثانيه" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے تو ہاتھ اٹھاتے، سجدے کے سوا جب اوپر اٹھتے تو ہاتھ اٹھاتے۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ کہا جائے کہ عیدین میں تکبیریں کہنے والا تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے گا۔ جبکہ وہ کھڑا ہو گا۔ اس میں تکبیر تحریمہ اس کے بعد والی سات تکبیریں اور دوسری رکعت کی پانچ تکبیریں داخل ہیں۔

امام ابن قدامہ و امام عطاء اوزاعی، ابو حنیفہ اور شافعی کی رائے نقل کرتے ہیں کہ يرفع يديه كل تكبيرة پھر اپنا موقف لکھتے ہیں۔ ولنا ماروى ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه مع التكبير قال احمد اما انا فارى ان هذا الحديث يدخل فيه هذا كله وروى عن عمر انه كان يرفع يديه في كل تكبيرة في الجنازه والعيد رواه الاثرم ولا يعرف له مخالف في الصحابة (المغنی ج ۲ ص ۳۸۱)

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک اس حدیث کے تحت یہ سب تکبیریں بھی داخل ہیں۔ امام اثرم نے حضرت عمر کا فعل نقل کیا ہے کہ وہ جنازہ اور عید کی ہر تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں اور کسی صحابی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے۔

علامہ ساعاتی نے امام نووی کے حوالہ سے مذکورہ ائمہ کے ساتھ امام محمد داؤد اور ابن المنذر کا مسلک بھی یہی قرار دیا ہے۔ (بلوغ الامانی ج ٦ ص ۱۴۵)

علامہ عبیداللہ مبارکپوری لکھتے ہیں۔ والاولى عندي ترك الرفع لعدم ورود نص صريح في ذالك ولعدم ثبوته صريحا بحديث مرفوع و من رفع مستدلا بعموم حديث عبدالله واطلاقه و بماروى عن عمروابنه عبدالله و زيد بن ثابت من فعلهم فلا

باس بہ (مرعاۃ المفاتیح (ج ۳ ص ۳۴۲)

میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ (تکبیرات) میں ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ کوئی صریح نص یا صریح مرفوع حدیث موجود نہیں۔ اور جو انسان عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے عموم واطلاق سے استدلال کرتے ہوئے اور عمر' عبداللہ بن عمر' زید بن ثابت کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب احادیث کا عموم و اطلاق رفع یدین پر دلالت کرتا ہے اور عموم واطلاق جب ان کا مخصص اور مقید موجود نہ ہو۔ حجت ہے تو پھر رفع یدین کرنا اولی کیوں نہیں ہے۔ جبکہ جمہور اصولیوں کے نزدیک "العبرہ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب" مسلمہ قاعدہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے سبب خاص معتبر نہیں اور غیر جمہور بھی کہتے ہیں۔ لایتنا ولهم الا قیاسا۔ کہ سبب خاص پر قیاس کرتے ہوئے دوسری جگہ حکم ثابت کیا جائے گا۔ تفصیل کے لئے مناهل العرفان ج ا ص ۱۱۸-۱۱۹ پر بحث عموم اللفظ و خصوص سببه یا الوجیز فی اصول الفقه ۳۲۲-۳۲۴ بحث العبرة بعموم الفظ لابخصوص السبب ملاحظہ کیجئے۔

مزید برآں مختلف صحابہؓ کے فعل سے بھی رفع یدین ثابت ہے اور ان کے مخالف قول یا فعل کسی صحابی کے منقول نہیں۔ کیا جب صریح نص موجود نہ ہو تو پھر صحابہ کا فعل حجت نہیں ہے۔ جبکہ ائمہ اربعہ کا قول بھی یہی ہے۔ ابوحنیفہ شافعی اور احمد کا قول اوپر گزر چکا ہے۔ امام مالک کے بارے میں علامہ البانی احکام العیدین للفریابی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرو۔ (ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۱۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نحن متبعون و لسنا بمتدعین ہم سلف امت کے طرز عمل کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ نئے نئے اقوال پیش نہیں کرتے۔ اس لئے تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع یدین کرنے کو بدعت قرار دینا۔ خود ایک بدعت اور ناروا جسارت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام اور خطبائے عظام کو الفاظ کے استعمال میں انتہائی محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ جوش خطابت سے کام لے کر سلف امت کو بدعتی قرار دینے سے باز رہنا

باقی صفحہ ۳۴ پر